اولاد کے حقوق
اسلام کی نظر میں

تحریر: سید وصی مظہر ندوی

اللہ تعالیٰ نے نکاح کے طریقے کو نہ جنسی لذت اندوزی کے لئے جاری فرمایا ہے اور نہ محض نفس کو آوارگی سے بچانے کی غرض سے' بلکہ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہونہار بچوں کی پیدائش بھی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے تحت ایک خاص مدت تک نوع انسانی کو باقی رکھنا چاہتا ہے' تا کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے تفویض کردہ اختیارات کو اس کے خلیفہ کی حیثیت سے استعمال کر کے اس عالم کو آباد کرے' اور اس کے حیوانات و نباتات پر' پانی اور ہوا پر' نیز نباتی اور معدنی دولت پر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اقتدار کو استعمال کر کے ان سب کو اپنی دنیوی اور اخروی زندگی کے کامیاب بنانے میں استعمال کرے۔

اللہ تعالیٰ نے بقائے نوع کے لئے جنسی تقاضے کو ایک وسیلہ اور ذریعہ بنایا ہے۔ اس غرض کے لئے مرد اور عورت میں وہ تمام اسباب جمع کر دیئے ہیں جو اس جنسی تقاضے کو قوی تر بنانے کے ساتھ ساتھ اس تقاضے کی تکمیل ہی سے آدم علیہ السلام کی ذریت کا تسلسل قائم رکھتے ہیں' تا کہ یہ ذریت اللہ تعالیٰ کی نائب اور خلیفہ بن کر اس دنیا میں اپنے دورِ امتحانی کی تکمیل کرے' جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ (البقرۃ: ۳۰)

''بیشک میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔''

لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو پورا کرتے ہوئے شادی سے عفت اور لذت کے ساتھ ساتھ اچھی اولاد کی پیدائش کو بھی اپنا مقصود بنائے تا کہ اس کا جنسی عمل موجب اجر و ثواب بھی قرار پائے' کیونکہ ہماری شریعت میں نہ صرف تمام جائز کام بلکہ انسانی خواہشات کے تقاضوں کی تکمیل بھی عبادت بن جاتی ہے' بشرطیکہ ان تمام اعمال میں

نیت ان مقاصد کا حصول ہو جو شریعت میں مطلوب ہیں' جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى)) (متفق علیہ)

''اعمال صرف نیتوں سے ہیں اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی ہو۔''

اولاد کی تربیت

زمین اسی وقت اصلاح پذیر ہوتی ہے جب اس کے رکھوالے اس کا اہتمام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اولاد کی اصلاح کی اصل ذمہ داری والدین ہی پر عائد ہوتی ہے۔ یہ انہی کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اچھی پرورش و پرداخت کریں' ان کی صاف ستھری تربیت کا اہتمام کریں۔ تاکہ وہ بڑے ہو کر عالی حوصلہ اور بلند اخلاق ہوں۔ یہ اسی طرح کی ذمہ داری ہے جیسی ایک مالی کی ذمہ داری ہوتی ہے' جو اپنے باغ کی سیرابی اور شادابی پر پوری توجہ صرف کرتا ہے تاکہ اس کے پودے اچھی طرح نشوونما حاصل کریں اور ان پودوں سے خوبصورت پھول اور لذیذ پھل حاصل ہو سکیں۔

اولاد والدین کے پاس ایک امانت ہے۔ ان کے بارے میں ان سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ انہوں نے ان کے معاملات اور ان کی تربیت کے سلسلہ میں کیا کیا۔ والدین پر فرض ہے کہ وہ بچوں کی ایسی تربیت کریں جس سے وہ گناہوں سے اور ان کے نتیجے میں جو اخروی عذاب ہوگا اس سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحریم:٦)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خاندان کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں' جس پر نہایت سخت اور قوی فرشتے مقرر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے (بلکہ) وہی کچھ کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''

اس ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا)) (متفق علیہ)

''مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اپنے زیر تحویل (افراد اور اشیاء) کے بارے میں جواب دہ ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اپنے زیر تحویل (افراد اور اشیاء) کے بارے میں جواب دہ ہے''۔

تربیت کی راہ میں دشواریاں

بچوں کو تربیت دینا دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ہے' لیکن اللہ تعالیٰ اس کام کو صبر' اختیارات کے صحیح استعمال' وسعت نظر اور خوش تدبیری سے آسان کر دیتا ہے۔ لہٰذا بچوں کی حرکتوں سے نہ بیزار ہونا چاہئے اور نہ ان کے ساتھ تشدد اور سنگ دلی کا برتاؤ کرنا چاہئے' کیونکہ بیزاری اور تشدد کا نتیجہ ہمیشہ الٹا نکلتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ بچوں کی شرارتوں اور پیہم متحرک رہنے کی ان کی فطری خواہش کو کسی مفید کام میں لگایا جائے۔ والدین کو اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے کا انتہائی خواہش مند اور حریص ہونا چاہئے' تاکہ ان کی اولاد خاندان کی خوش بختی اور مسرت کا سرچشمہ ثابت ہو۔ والدین کو یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ان کے بچوں کے دل نہایت بیش قیمت شے ہیں' جو ابتداءً ہر نقش سے خالی ہوتے ہیں' البتہ جو اچھی یا بری باتیں وہ سنتے ہیں یا دیکھتے ہیں وہ ان کے قلوب پر نقش ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس لئے والدین کو ان کے دلوں میں نیکی اور خیر کی تخم ریزی کرنی چاہئے' خرابیوں اور برائیوں سے ان کو حتی الوسع دور رکھنا چاہئے۔ ان کے لئے ایسا ماحول فراہم کرنا چاہئے جس میں وہ شریفانہ اخلاق اور پاکیزہ تعلیم سیکھ سکیں اور جس ماحول میں وہ اپنے دین اور اپنی سیرت کے تحفظ کا اہتمام کر سکیں۔ والدین پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ان کو بری صحبت سے بچائیں تاکہ وہ ان برے دوستوں کی بدولت کہیں اپنی خاندانی صلاحیت اور درسگاہ کی تعلیم و تربیت سے محروم ہو کر نہ رہ جائیں۔

بچوں کی سلیم فطرت اور ان کی معصومیت پر والدین کے ان اثرات کے بارے میں جو وہ بچوں کو بھلائی کی فطری راہ پر باقی رکھنے میں یا ان کو برائی کی طرف پھیرنے میں صرف کرتے ہیں' حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلاَّ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ' فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ)) (متفق علیہ)

''ہر بچہ (صحیح) فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے والدین اس کو یہودی بنا ڈالتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔''

اعلیٰ تربیت کے چند اصول

اعلیٰ تربیت کی اساس نرمی' خوش تدبیری اور بہترین عملی نمونہ پر قائم ہے' لہٰذا درشتی صرف انتہائی ضرورت کی صورت میں اختیار کی جائے اور یہ درشتی بھی ایک حد کے اندر ہو' مسلسل نہ ہو۔ اس میں دشمنی کی بو بھی محسوس نہ ہو' بلکہ بچے میں یہ احساس پیدا ہو کہ اس کے ساتھ جو سختی کی جا رہی ہے یا اس کو جو سزا دی جا رہی ہے وہ دراصل خود اسی کے مفاد کے پیش نظر ہے۔ اس سے نہ کسی کو دشمنی ہے نہ نفرت۔ اگر یہ طریقہ اختیار کیا گیا تو بچہ ضد اور ہٹ دھرمی کی راہ اختیار کر کے اپنی غلطی پر اصرار نہیں کرے گا۔

''ماحول'' تربیت پر بہت اثر انداز ہوتا ہے' لہٰذا بچے کے سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ ایسا ماحول فراہم کریں جو زرخیز اور شاداب زمین کی مانند ہو' جس کے اندر بچہ عمدہ اور پسندیدہ اخلاق اور عادات سیکھے' نہ اس کی نگاہ کسی ایسے کام کو دیکھے اور نہ اس کے کان کسی ایسی بات کو سنیں جو دین' اخلاق یا شائستگی کے خلاف ہوں۔

بچوں کے ساتھ ان کی عمر کی مناسبت سے طرزِ عمل اختیار کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ چھوٹے بچوں کو محبت کے ساتھ چومنا والدین کے لئے بے حد ضروری ہے' کیونکہ محبت کے اس محسوس مظاہرے سے بچے کی نفسیاتی اور اخلاقی اساس مضبوط ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے ان کے دل میں یہ شعور جاگتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے نورِ نظر ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ بھی ان افراد کے ساتھ محبت کرنا سیکھتے ہیں جو ان کی پرورش اور پرداخت میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کے اس شعورِ محبت کا دائرہ آہستہ آہستہ وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے' حتیٰ کہ ان کا معاشرہ' وطن اور پوری انسانیت اس شعورِ محبت کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔

لیکن سنگ دلی اور تشدد کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے ذہن میں نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ سختی کرنے والوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اس نفرت کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے اور بسا اوقات پوری انسانیت اس کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت اقرع بن حابسؓ نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے (تعجب سے) کہا کہ ''میرے دس لڑکے ہیں' میں نے ان میں سے کسی کو کبھی پیار نہیں کیا''۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ)) (متفق علیه)

''جورحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا''۔

چھوٹے بچوں کی تربیت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ کبھی کبھی مہذب قسم کا ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ بھی کی جائے۔ اس طرح ان کی شعوری اور ذہنی قوتوں کو جلا ملتی ہے' ان کے اندر خود اپنی شخصیت کا شعور اُبھرتا ہے اور وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے ماحول میں ان کا بھی ایک مقام و مرتبہ ہے۔ اور اگر سن تمیز سے قبل بچوں سے کوئی ناپسندیدہ بات بھی ظاہر ہو تو اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ایک بار نبی ﷺ نماز پڑھا رہے تھے جب آپؐ سجدہ میں گئے تو حضرت حسین ؓ کھیلتے کھیلتے آئے اور آپؐ کی گردن مبارک پر آکر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے سجدہ کو اتنا طویل کیا کہ مقتدی فکر مند ہو گئے۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ میرا ''بیٹا'' میرے اوپر آکر بیٹھ گیا تھا' مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں اس کی مرضی کے بغیر اسے جلدی سے اتار دوں۔

حضور اکرم ﷺ کا اس نواسے کے ساتھ معاملہ دیکھیے جس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نانا جان رب العالمین کی بارگاہ میں ہیں اور نماز کی امامت فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو ڈانٹنا تو دُور کی بات ہے خود اُتارنا بھی پسند نہ فرمایا' بلکہ اُس وقت تک سجدہ کو طویل کیا جب تک حضرت حسینؓ خود نہ اُتر گئے۔ بچوں کے ساتھ والدین کا یہی طرزِ عمل ہونا چاہیے۔ البتہ بچہ جب سن تمیز کے مرحلے میں داخل ہو جائے تو اس کے سرپرست کو مناسب اور نامناسب باتوں میں فرق کرنے کی جانب اسے متوجہ کرتے رہنا چاہیے۔

فطری صلاحیتوں کا صحیح استعمال

بچہ جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا ہے اسی طرح اس کی مخفی خواہشات نمایاں اور فطری قوتیں بیدار ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ہر ہر صلاحیت دراصل ایک دودھاری تلوار ہے' چنانچہ اس کا صحیح استعمال اگر مفید ہے تو غلط استعمال نقصان دہ ہے۔

ملکیت اور تصرف کا جذبہ : بچے کی وہ خواہشات اور وہ جذبات جو بہت ابتدائی دَور میں ظاہر ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک جذبہ ملکیت اور تصرف بھی ہے۔ اس جذبہ کو صحیح رخ پر اس طرح ڈالنا چاہیے کہ بچہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرے' ورنہ اندیشہ ہے کہ بچہ شریر اور دوسروں کے قبضے میں جو کچھ ہے اس کو ہر ظلم و تعدی سے ہتھیانے کا شائق بن کر نشوونما پائے گا۔

غذا کی طلب : غذا اور کھانے کی طلب بھی بچے کی ابتدائی خواہشوں میں سے ہے۔ بعض

بچوں میں یہ طلب فطری حد سے تجاوز کر کے ندیدے پن' عمدہ غذاؤں کی بے تابانہ تلاش اور کھانے میں دوسروں سے سبقت لے جانے کی مذموم عادتوں تک جا پہنچتی ہے۔ اگر اس فطری طلب کو کسی ضابطے اور نظم کے دائرے میں نہ لایا جائے تو وہ طرح طرح کی بدتمیزی اور بےادبی کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔

اس فطری خواہش کو ضوابط کا خوگر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اوّل تو بڑے خود بچے کے سامنے اچھا عملی نمونہ پیش کریں' پھر اسے بسم اللہ پڑھ کر اور داہنے ہاتھ سے کھانے کی تاکید کریں' اچھی طرح چبا کر کھانے کے فائدے سمجھا کر اس کا عادی بنائیں' اپنے سامنے سے کھانے کی تلقین کریں' کبھی کبھار معمولی اور موٹا جھوٹا کھانا بھی کھلائیں تاکہ وہ ان غذاؤں سے بھی آشنا رہے اور اگر خدانخواستہ کوئی برا وقت آ پڑے تو وہ معمولی غذاؤں سے بھی کام چلا لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بچے کے تمام فطری مطالبات پر نگاہ رکھی جائے اور ابتداء ہی سے ان کا رُخ خیر کی طرف موڑ دیا جائے' تاکہ بچہ جوانی کے پُرخطر دَور میں داخل ہو تو سلامتِ طبع اور تربیت یافتہ رجحانات و جذبات سے آراستہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسا بچہ جوانی کے طوفانی دَور میں ان برائیوں سے محفوظ رہے گا جن میں بالعموم وہ بچے مبتلا ہو جاتے ہیں جو تہذیب و تربیت سے محروم اور شترِ بے مہار بن کر نشو ونما پاتے ہیں۔

ضروری آداب

بچے کو دوسروں کے سامنے تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے منع کرنا چاہئے۔ مجلس میں مہذب طریقہ پر بیٹھنے کا انداز سکھانا چاہئے' مثلاً یہ کہ دوسروں کے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھنے سے منع کرنا چاہئے۔ بسیار گوئی اور بے معنیٰ گفتگو سے اُسے روکنا چاہئے۔ بچہ اس بات کا عادی ہو کہ وہ بڑوں کے درمیان کسی خاص ضرورت کے بغیر گفتگو کا آغاز خود نہ کرے' اپنے سے بڑوں کی بات غور سے سنے' آنے والے کے لئے خود اٹھ جائے اور مجلس میں اس کے لئے جگہ خالی کر دے' اگر کہیں لغو یا بےہودہ گفتگو سنے تو وہاں سے ٹل جائے۔

اپنے والدین اور تمام بڑوں کی عزت کرے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح اپنے اساتذہ اور قوم کے بزرگوں کا احترام کرے اور ان کی باتوں کی تقلید کرے' ان کے اچھے اخلاق اپنائے اور ان کی جو باتیں اچھی نہ ہوں ان سے دور رہے۔ نبی ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنهُمْ)) (ابو داؤد)

''جو کسی گروہ سے مشابہت کرتا ہے اس کو اسی گروہ میں سے سمجھنا چاہیے''۔

بچے کو اس امر کا بھی عادی بنایا جائے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں اپنی برتری کا کسی طور سے بھی مظاہرہ نہ کرے' نہ مال کی زیادتی کا نہ عزت میں سبقت کا اور نہ ذہانت میں برتری کا۔

بچہ اپنے استاد کے مقابلے میں تکبر کا مظاہرہ نہ کرے' بلکہ استاد ہی نہیں دوسروں کے مقابلہ میں بھی تواضع سے پیش آئے۔ تواضع اور خاکساری برتنے کا سب سے اچھا اور سب سے بہتر مقام طلب علم ہے۔ حضرت معاذ بن جبل ﷜ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ''خوشامد اور چاپلوسی طلب علم کے سوا کسی اور موقع پر مؤمن کے اخلاق میں نہیں پائی جاتی''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

''میں نے طالب علمی کی ذلت گوارا کی تو میں نے مطلوب ہونے کی عزت حاصل کرلی''۔

کسی دانا کا قول ہے جو شخص گھڑی بھر کے لئے سیکھنے کی ذلت گوارا نہ کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت کی ذلت میں گرفتار رہے گا۔ کسی ایرانی فلسفی نے کہا ہے کہ ''اگر تم بچپن میں اپنی پسند کی جگہ بیٹھو گے تو بڑے ہو کر تم کو ایسی جگہ بیٹھنا ہوگا جو تمہیں پسند نہ ہوگی''۔

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکے کو اپنے استاد کا احترام اور عزت کرنا سکھایا جائے۔ حضرت علی ﷜ کا ارشاد ہے کہ اہل علم کی فضیلت اہل علم ہی جانتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

إِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّبِيبَ كِلَاهُمَا
لَا يَنْصَحَانِ إِذَا هُمَا لَمْ يُكْرَمَا
فَاصْبِرْ لِدَائِكَ إِنْ جَفَوْتَ طَبِيبَهُ
وَاصْبِرْ لِجَهْلِكَ إِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّمًا

''استاد اور طبیب دونوں اسی وقت تمہاری خیر خواہی کر سکتے ہیں جب ان کی عزت کی جائے۔ اس لئے اگر تم نے معالج کے ساتھ زیادتی کی ہے تو تم کو اپنی بیماری کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اسی طرح اگر تم نے استاد کے ساتھ زیادتی کی ہے تو تمہیں جہالت کے کڑوے گھونٹ پینے پڑیں گے''۔

اگر آپ کا بچہ فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں سست ہو تو اس کے سبب پر غور کیا جائے۔ اگر اس کی یہ سستی فرائض یا ان کی اہمیت سے ناواقفیت کے باعث ہے تو اس کی ناواقفیت کو دور کرنا چاہئے۔ اگر محض سستی کی وجہ سے ہے تو اسے چست بنانے کی کوشش کرنا چاہئے اور اگر کسی ضد کی وجہ سے ہے تو اس کو سیدھا کرنے کے لئے حکمت سے کام لینا چاہئے۔ اس بارے میں بیزاری کا اظہار کرنا سخت نقصان دہ ہے۔ نصیحت کے لئے مناسب وقت اور موقع کی تلاش میں رہنا چاہئے' ہمہ وقت نصیحت کرتے رہنے سے نفرت کے بڑھنے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ اگر بالکل ابتدائی دور میں بچے کی رہنمائی کی طرف توجہ دی جائے تو اس سے فائدہ حاصل ہونے کی زیادہ توقع کی جا سکتی ہے۔

بچے کے بالغ ہونے سے پہلے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنا چاہئے تا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت نشوونما پائے۔ اسی طرح اس کے سامنے آخرت میں متقین کو حاصل ہونے والی نعمتوں اور نافرمانوں کے لئے مخصوص سزاؤں کا ذکر بھی کرتے رہنا چاہئے تا کہ ابتداء ہی میں خود اس کے نفس کے اندر برائی سے بچنے کا قوی جذبہ پیدا ہو جائے کیونکہ اگر وہ نیکی کی حالت میں بالغ ہوگا تو اس مبارک نشوونما سے پورا فائدہ اٹھائے گا۔ بھلائی کے نقوش اس کے نفس میں ایسے مستحکم ہوں گے جیسے پتھر سے کندہ کی ہوئی تحریر۔ اور اگر اس کو بلوغ سے پہلے صحیح رہنمائی سے محروم رکھا گیا تو پھر اس کا علاج بے حد دشوار ہوگا اور بعد کی تربیت و نصیحت اس کے لئے نقش بر آب سے زیادہ مفید ثابت نہ ہوگی۔

قرب بلوغ کے زمانے میں لڑکے کو جنس مخالف سے آزادانہ ملنے اور خلوت سے بچانے کی کوشش کی جائے' جنس مخالف کے یہ افراد خواہ اس کے رشتہ دار ہوں یا اجنبی' کیونکہ بچے کی زندگی میں یہ ایک فیصلہ کن مرحلہ ہوتا ہے۔ اس مرحلے سے گزر کر بچہ یا تو عفت و پاکیزگی کی زندگی اختیار کرتا ہے یا انحراف اور بگاڑ کی۔ اس لئے والدین کو اس مرحلے میں پوری طرح چوکنا رہنا چاہئے۔

اگر اللہ تعالیٰ بچے کو حیا کی صفت عطا فرما دے تو وہ اس کے لئے کافی ہوگی۔ اس کو بے شمار برائیوں اور خرابیوں سے محفوظ رکھے گی اور اس کے والدین کے لئے ایسے بچے کی تربیت آسان ہو جائے گی۔ نیز قرب بلوغ کے طوفانی دور میں وہ بہت سی نامناسب باتوں سے دور رہے گا۔ نبی ﷺ نے حیا سے محروم ہونے کے نتائج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

((اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ)) (رواہ البخاری و ابوداؤد)

''اگرتم میں حیانہیں تو پھرتم جو جی چاہے کرتے پھرو۔''

مطلب یہ ہے کہ حیا سے محروم انسان کو بڑی سے بڑی برائی کا ارتکاب کرتے ہوئے بھی ذرا جھجک نہیں ہوتی اور جس شخص میں حیا ہوگی وہ تمام برائیوں سے بچتا رہے گا اور اس کا جھکاؤ اخلاق کی جانب ہوگا۔

''حیا'' کی صفت سے بھی اچھے نتائج حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی صحیح تربیت کی جائے' ورنہ اندیشہ ہے کہ بچہ ''حیا'' کا مطلب ہر کام میں پیچھے رہنا سمجھ بیٹھے گا۔

والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچے کو آرام طلب اور سہل پسند نہ بنائیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''سخت کوش بنو عیش و آرام کو دوام نہیں''۔ آرام طلب انسان کارزارِ حیات کے اندر نہ تو اپنی معاش کے لئے تگ و دو کرسکتا ہے اور نہ ہی ملک و ملت کے لئے کوئی کارنامہ انجام دے سکتا ہے۔

نیکی پر حوصلہ افزائی اور برائی کی پردہ پوشی

بچے سے جب کوئی نیکی یا بھلائی ظاہر ہو تو اس پر اس کی مناسب حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور اگر اس سے اتفاقاً کوئی برائی سرزد ہو جائے جس پر تنبیہ کرنا ضروری ہو تو تنہائی میں تنبیہ کی جائے۔ دوسروں کے سامنے اس کی برائی کا پردہ چاک نہ کیا جائے' ورنہ بچہ ڈھیٹ بن جائے گا۔ اس بچہ کو ہمہ وقت ملامت کرتے رہنا بھی ٹھیک نہیں' ورنہ وہ اس ملامت کا عادی ہو جائے گا اور اس کا کوئی اثر قبول نہ کرے گا یا الٹا ضد میں مبتلا ہو کر برائیوں کے ارتکاب میں زیادہ جری ہو جائے گا۔

اولاد کی تربیت میں ماں کو باپ کا معاون بننا چاہئے۔ اگر بچے غلطی کریں تو ماں ان کو اس غلطی سے باز رہنے کی تلقین کرے اور ان کو یہ خوف بھی دلائے کہ اگر وہ غلط کام سے باز نہ آئے تو والد تک بات پہنچ جائے گی۔ بچے کو اپنے رفقاء کے ساتھ تعاون کا عادی بنایا جائے اور یہ کہ اگر اس کے ساتھی مادی مدد کے محتاج ہوں تو وہ ان کی اس طرح مدد کرے کہ ان کی خودداری مجروح نہ ہو۔ بچے کو یہ بھی سکھایا جائے کہ اس کی نگاہ اپنے ہم چشموں کی چیزوں' لباس' کھانوں اور خرچ اخراجات پر نہ ہونی چاہئے۔ اگر بچہ گھر میں کبھی کوئی ایسی چیز لے آئے جو اس کے گھر والے جانتے ہیں کہ اس کی نہیں ہے تو وہ اسے لینے اور قبول کرنے سے انکار کر دیں اور اسے یہ بات اچھی طرح سمجھا دیں کہ وہ آئندہ اس قسم کا کام نہ کرے۔ اگر اسے مدرسے میں کوئی چیز پڑی ہوئی ملے تو وہ اسے ہیڈ ماسٹر کو پہنچا دے۔

بچے کو اپنے گھر والوں کے کام کرنے کی عادت ہونی چاہئے تاکہ وہ ان کا مددگار اور ان کے حقوق ادا کرنے والا بنے۔ اسی طرح اسے ورزش کا عادی بنایا جائے اور اسے دن کے بعض اوقات میں کھیل کی اجازت دی جائے' ورنہ کھیل اور ورزش سے اس کو روکنے اور ہمیشہ مطالعے پر مجبور کرنے سے بچے کی ذہانت ختم ہو جائے گی اور اس کے لئے زندگی اجیرن بن جائے گی۔ پھر وہ تنگ آ کر تعلیم سے نجات حاصل کرنے کے بہانے تلاش کرنے لگے گا۔ بچے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں' اس مقصد کے حصول میں والدین کو اپنی اولاد کی مدد کرنی چاہئے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ اس والد پر مہربان ہو جو اپنے بچے کو باوفا بننے میں مدد دیتا ہے۔''

یعنی اپنے برے رویئے اور بری تربیت کی وجہ سے یا اس کے ساتھ بدزبانی یا امتیازی سلوک کر کے اس کو نافرمانی کی راہ پر نہ ڈال دے' بلکہ نیکی اور اچھی رہنمائی کے ذریعے اس کی تربیت کرے اور سب بھائیوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرے۔ جب بچہ بلوغت کی سرحد طے کر لے تو اس کے والد پر لازم ہے کہ وہ اس سے ایک ذمہ دار شریک کا سا معاملہ کرے' بچے کا سا معاملہ نہ کرے' ورنہ اس کی یہ استعداد ختم ہو جائے گی کہ وہ گھر میں ایک ایسے فرد کی حیثیت اختیار کرے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہو اور نہ اس سے دشمن کا معاملہ کرے' ورنہ وہ بھی دشمنی پر اتر آئے گا۔ والد کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس کی ایسی تمام ضروریات اور خواہشات پوری کر دے جو اس کے بس میں ہوں' بشرطیکہ اس رویہ سے اس کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ ہر معاملہ میں ''میانہ روی'' سب سے بہتر طرزِ عمل ہے۔

ہم اپنی اس گفتگو کا خاتمہ کسی دانا کے اس قول پر کرتے ہیں:

''سات سال تک تیرا بچہ پھول ہے' اسے سونگھتا رہ —— پھر دوسرے سات سال تک تیرا خدمت گزار ہے' اس سے خدمت لیتا رہ —— اس کے بعد چاہے تو اسے اپنا دشمن بنا لے اور چاہے اپنا شریک معاون''۔

اب آپ سوچ لیں کہ آپ اپنے بچے کو چودہ سال کے بعد کیا بنانا چاہتے ہیں؟ دشمن یا معاون و مددگار؟

ماخوذ از عربی رسالہ ''الھدیٰ''
(شرق اردن)